# رستہ نباہ کا www.saleemdada.com

زندگی میں عجیب باتیں ہو جاتی ہیں جنہیں ہم اتفاقات سے تعبیر کرجاتے ہیں۔ صہیب اور صغیرہ کی کہانی کچھ اسی طرح کی ہے جسمیں ایسی انوکھی باتیں موجود ہیں۔ صغیرہ یہ دل سے مانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھتے ہوئے اسکے عطا کردہ فہم سے کام لیا جائے تو معاملات میں بہتری لائی جا سکتی ہے۔ چند دنوں سے اسکے والد صاحب انتہائی درجے کمزور ہو چلے تھے اور انکے جسم میں کپکپاہٹ طاری ہو گئی تھی جبکہ وہ شوگر سے پہلے ہی متاثر تھے۔ چند ڈاکٹروں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اب عمر کے آخرتک انکے حال میں خاطرخواہ افاقہ نہ ہوگا؛ انہیں چلنے پھرنے میں دشواری ہو گئی تھی اورانکے لئے کبھی کبھی تو جان پہچان کے لوگوں کو پہچاننا بھی مشکل ہو جاتا تھا۔ گھر میں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رہا تھا کہ انکی لگی بندھی نوکری جاتی رہی تھی جبکہ قابلِ ذکر جمع پونجی بھی نہ تھی۔ بہرحال، گھر انکا اپنا تھا جو انہیں چند سال پہلے اصل قیمت سے کم قیمت پر مل گیا تھا۔

اسکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس وقت کے مالکِ مکان کو جس سے انکی جان پہچان تھی، فوری اپنے آبائی دیہات کو لَوٹنے کا پیغام ملا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اُسوقت یہاں نہ پانی تھا، نہ بجلی، نہ گیس، گو کہ اب پانی کیلیۓ بورنگ موجود تھی اور بجلی کیلیۓ سولر پینل کہ جس کی بیٹری سے کمرے کے ایک پنکھے، واش روم کیلیۓ ایک ہلکے بلب اور موبائل کی چارجنگ کا انتظام ہو جاتا تھا۔ اس گھر کی بناوٹ اسطرح سے تھی کہ داخلے کے دروازے کے ساتھ، جو کہ گلی میں کُھلتا تھا، طول میں صحن تھا جو چوڑائی میں چار فٹ تھا جسکے سامنے ایک کمرہ تھا اور جسکے بائیں طرف آخر میں دوسرے کمرے کا دروازہ تھا جبکہ دائیں طرف چھت پر جانے کی سیڑھیاں تھیں جہاں ایک اور چھوٹا کمرہ تھا۔ یہ گھر اس اعتبار سے منفرد تھا کہ اسکے ایک طرف کمرشل دکانیں تھیں اور دوسری طرف وہ ایک بہتے نالے کے ساتھ اور پیچھے پتھریلی دیوار کے سہارے قائم تھا۔

صغیرہ نے حالات کا جائزہ  لے کر اور اپنے اس گھر کی بناوٹ کا فائدہ حاصل کرتے ہوئے بائیں طرف کے کمرے میں ایک واش‌روم بنا دیا تھا اور وہاں آنے جانے کیلئے باہر سے الگ دروازہ فراہم کردیا تھا جس سے وہ کمرہ گھر سے متصل ہونے کے باوجود ایک الگ تشخص اختیار کر گیا تھا۔ اس پر اچھا خاصا خرچ اٹھا تھا جسے اس نے اپنا کچھ زیور بیچ کر پورا کیا تھا سو اسے ابا سے کچھ سخت باتیں ضرور سننے کو ملی تھیں لیکن اس خیال سے کہ اسے کسی قابلِ اعتبار paying guest کو دے‌کر ہی انکے معاملات میں آسانی آ سکتی ہے، اس نے وہاں 'کرائے پر خالی ہے' کا بورڈ لگا دیا تھا۔ وہ ہوادار تھا لیکن بجلی کی سہولت سے عاری تھا البتہ اس بات کا وہ کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اسے اس اقدام پر اس بات نے بھی آمادہ کیا تھا کہ ان مشکل حالات میں انکے گھر کو چند قریبی رشتےداروں کی طرف سے بھی صدمہ پہنچا تھا۔

اسکی سوتیلی پھوپھی، جو عرصے سے انکے ساتھ رہا کرتی تھیں، صرف اس وجہ سے انہیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں کہ اب انکی پنشن کی رقم گھر کے خرچ میں کام آرہی تھی اور اسکی سگی خالہ، جنکی رہائش انکے ہاں سے زیادہ دور نہ تھی لیکن جنھوں نے کچھ عرصے سے انکی طرف آنا بالکل ہی ختم کر دیا تھا، انہوں نے بڑی لیت و لعل کے بعد ہی انکے واجب الادا قرض کی رقم لوٹائی تھی۔ صغیرہ اور اسکی امی نے اس عشاء پر اللہ تعالیٰ سے بہتری کیلیئے دعا کی تھی اور حالات پر بات کر رہی تھیں۔ اسوقت صغیرہ کا چھوٹا بھائی اور اسکے ابا سوچکے تھے۔

صغیرہ۔ امی، اگر ہمیں جلد کوئی بہتر کرایہ دار نہ ملا تو حالات اور مشکل ہو سکتے ہیں۔ آج جن دو لوگوں نے کمرے کو دیکھا، ان میں سے ایک family تو یہ سن کر ہی لوٹ گئی کہ یہاں بجلی نہیں ہے اور دوسری جنکے ساتھ انکے دو بچے بھی تھے، انہیں یہ جگہ اپنے لئے چھوٹی معلوم ہوئی۔

امی۔ صغیرہ، بجلی کا نہ ہونا ایک بڑا drawback ہے جبکہ یہاں دو افراد سے زیادہ کی family کا رہنا بھی کٹھن ہے۔ پھر تو اسکے لئے بہت زیادہ ڈیمانڈ کر رہی ہے۔ سو ایسے میں اسکا کرائے پر اٹھ جانا آسان نہیں۔

صغیرہ۔ لیکن اس علاقے میں اس ڈیمانڈ کی گنجائش ہے البتہ بجلی کا نہ ہونا مشکل کا باعث ہے جبکہ ہمیں ہماری ضرورت کا لحاظ بھی رکھنا ہے۔ ابا کی آمدنی اس سے کہیں زیادہ تھی لیکن پھر بھی ہمارے پاس آج کوئی بچت نہیں سو اسکا کرایہ آنے کے بعد بھی ہمیں ضرورت ہی پر زندگی گزارنی ہوگی۔

امی۔ اللہ مالک ہے اور ہمیں اس سے بہتری ہی کی امید رکھنی چاہیئے۔ تو نے کوشش تو کر لی ہے سو اب دیکھتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے ہمیں کیا برکت فراہم کرتا ہے۔

اب ہوا یوں کہ اس مکالمے کے دو دن بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اسکی کوشش کو قبول کیا اور انہیں paying guest مل گیا۔

صبح سویرے کا وقت تھا جب کسی نے انکے گھر کی گھنٹی بجائی اور صغیرہ کی امی کے استفسار پر اس نے سلام کیا اور بتلایا کہ اسکا نام صہیب ہے اور وہ کمرے کو ملاحظہ کرنا چاہتا ہے۔ امی نے اسے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف جانے کا کہا اور درمیان کے دروازے سے جا کر اسے کھول دیا۔ اس نے اندر آ کر دروازے کے پاس ہی سے پورے کمرے کا جائزہ لیا اور اطمنان کا اظہار کیا۔ اسی اثناء میں صغیرہ بھی ضروری حجاب کے ساتھ وہاں آ گئی تھی۔

صغیرہ۔ دیکھئے جناب؛ یہاں بجلی نہیں ہے اورآپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کسی بڑی فیملی کیلئے موزوں نہیں۔

صہیب۔میں بس ایک تنہا ہوں البتہ پنکھے کا نہ چلا پانا مشکل ہوگا۔ (پھر توقف سے) لیکن اِن شاء اللہ اسکا انتظام بھی ہو جائے گا۔ میں نے اسی گلی میں سامنے ایک دکان خریدی ہے سو میرے لئے یہ جگہ مناسب ہے۔ آپ کیا کرایہ چاہتی ہیں؟

صغیرہ نے اسے ڈپازٹ اور کرایہ کا بتلایا اور اسکے لئے ایک affidavit فراہم کرنے کا کہا اور یہ بھی سمجھا دیا کہ اسے خیال رکھنا ہوگا کہ اس سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو کہ جس سے انہیں کسی طرح کی کوئی تکلیف پہنچے؛ اس نے ان باتوں کو بغیرکسی چوں و چرا کے منظور کر لیا۔ شام تک اس نے ڈپازٹ، ایک مہینے کا کرایہ اور اپنے شناختی کارڈ کی کاپی کے ساتھ affidavit بھی دے دیا۔ صہیب کی دکان گلی کے شروع میں دوسری تھی جسے اس نے جلد ہی آٹے، دال، گھی، تیل وغیرہ تمام چیزوں سے پُرکر لیا؛ ہر چیز ترتیب سے packing میں موجود تھی۔ صغیرہ اور اسکے گھر والوں کو کچھ دنوں ہی میں اندازہ ہو گیا کہ اسے paying guest رکھ کر انہوں نے غلطی نہیں کی ہے کیونکہ وہ اپنے کام ہی سے کام رکھتا تھا۔

(محمّد سلیم دادا)

------------------

صہیب اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا؛ اسکی والدہ تو اسکے بچپن ہی میں وفات پا چکی تھیں جبکہ اسکے والد نے انکی وفات کے بعد دوسری شادی کر لی تھی لیکن وہ انکے ساتھ زیادہ عرصے نباہ نہ کر سکی اور نتیجہ طلاق کی صورت میں سامنے آیا؛ اسکو انکی یا اسکے رشتے داروں کی خاطرخواہ توجہ کبھی نہ حاصل ہو سکی۔ بہرحال، انہوں نے مرنے سے پہلے ایک خطیر رقم اسکے سپرد کر دی تھی جسکا بڑا حصہ اس نے کاروبار کی نیت سے سنبھال لیا تھا۔ بعدمیں جلد ہی اس نے اپنے دوستوں کے گروپ میں سے ایک فرد امیر احمد صاحب پر، جنہیں نیک اخلاق افراد میں شمار کیا جاتا تھا اور جو ان سب میں عمر کے اعتبار سے بڑے تھے، اعتبار کر کے انکے ساتھ کاروباری شراکت کے ارادے سے اپنی رقم کو انکے حوالے کر دیا تھا۔ اسے اس بات پر اس چیز نے بھی آمادہ کیا تھا کہ اسی گروپ کے ایک اور دوست نے بھی اسی شراکت میں رقم لگائی تھی؛ بظاہر یہ ایک محفوظ معاملہ تھا۔

ان باتوں کے باوجود ہوا اسطرح کہ انہوں نے اپنا گھر بدل لیا اور بالکل ہی غائب ہو گئے۔ بہرحال، انہوں نے جن دوسرے صاحب سے رقم لی تھی، اسے فون پر یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں نے سخت پریشانی میں اس رقم کو لیا ہے اور تمہاری یہ رقم قرضِ حسنہ کے طور پر میرے پاس ہے؛ junior کو بھی میری یہی بات پہنچا دینا۔ اس نے تو کچھ باتیں کہہ کر انہیں فون ہی پر اپنی رقم معاف کر دی تھی؛ اسکے پاس پہلے ہی روپے پیسے کی فراوانی تھی اور اسکے لئے یہ نقصان کچھ ایسا بڑا نہ تھا؛ البتہ صہیب کو؛ جسے دوستوں کے گروپ میں junior کہا جاتا تھا؛ بہت صدمہ پہنچا؛ اسکو انکا کوئی فون بھی نہیں آیا اور پھر اسکے بعد انکا فون بند ہی ملا۔ اسے اس صدمے سے نکلنے میں وقت لگا لیکن اسکے بعد اللہ تعالیٰ پر توکّل کے ساتھ اس نے دوسرے کاموں میں ہاتھ ڈالا اور ان میں اللہ تعالیٰ نے اسے اسقدر نوازا کہ آج اس نے اپنی دکان خرید لی تھی۔

صہیب کو یہ کمرہ یوں راس آ گیا تھا کہ اسکی دکان سے دو قدم پر تھا اور کرایہ بھی اسکے لئے مناسب تھا؛ اس نے ایک اچھا rechargable پنکھا خرید لیا تھا جو اسے رات میں آٹھ گھنٹے تک مناسب رفتار سے ہوا فراہم کر دیتا تھا۔ اسے اُسوقت معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے ہی دوست کے گھر میں paying guest کی حیثیت سے آ گیا ہے البتہ جب اس نے ایک دن انکے گھر کے باہر نام کی تختی دیکھی تو اسے شبہ گزرا کہ کہیں یہ وہی امیر احمد تو نہیں ہیں جنہیں ایک وقت وہ بہت تلاش کرتا رہا تھا۔ وہ دکان عصر کی اذان پر بند کر دیتا تھا سو ایک دن واپسی پر اس نے صغیرہ کو فون پر کہا کہ وہ کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ سمجھی کہ شاید وہ کمرے میں کوئی درستگی چاہتا ہے، سو اس نے جواباً کہا کہ اب کمرے کی maintenance آپکی اپنی ذمہ داری ہے؛ صہیب نے بتلایا کہ بات کچھ اور ہے جس پر اس نے اسے اندرونی دروازے کے پاس آنے کو کہا۔

صغیرہ۔ جی؛ آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟
صہیب۔ پہلے تو اس بات پر میری معذرت قبول کیجئے کہ اتنے دن گزرنے کے بعد بھی میں اب تک آپکے والد صاحب سے ملنے کا وقت نہیں نکال سکا۔
صغیرہ۔ خیر؛ کوئی بات نہیں۔ وہ انتہائی کمزوری کی کیفیت میں ہیں اور ان پر اکثر و بیشتر نیند طاری رہتی ہے۔ آپ اس بات کیلئے جب تکلیف کرنا چاہیں تو پہلے بتلا دیجئے گا۔
صہیب۔ انکے نام سے مجھے یہ گمان گزرا کہ میری ان سے پرانی واقفیت ہو سکتی ہے۔ اگر وہی ہیں تو آپ لوگ پہلے شہر کے اس علاقے میں رہتے تھے جو قدیم محلّہ کے نام سے جانا جاتا ہے؛ وہاں انکی پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد انہوں نے دوسرا نکاح کیا تھا اور جب اُس علاقے سے منتقل ہوئے تھے تو اُسوقت انکی کوئی دس گیارہ سال کی ایک بیٹی تھی جبکہ انکی دوسری اہلیہ سے انکا دو ڈھائی سال کا ایک بیٹا بھی تھا۔

صغیرہ۔ آپ جو کہہ رہے ہیں، وہ والد صاحب کے حالات سے مطابقت رکھتا ہے لیکن یہ عجب ہے کہ جب میں نے انکے سامنے آپکے پورے نام سے آپکا ذکر کیا تو انہوں نے آپکو پہچاننے کا کوئی اشارہ نہیں دیا؛ شاید انکی بیماری کا اثر ہو۔

صہیب۔ غالبًا انہیں میرا اصل نام یاد نہ رہا ہوگا؛ وہ مجھے junior کے نام سے جانتے ہیں لیکن اگر آپ مجھے انکی کوئی تصویر دکھا سکیں تو بہت عنایت ہوگی۔ میں ان سے ملنے سے پہلے انکی شناخت کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔

صغیرہ۔ بہتر؛ میں انکی ایک تصویر آپکو دکھا دیتی ہوں۔

صہیب تصویر دیکھتے ہی انہیں پہچان گیا البتہ اس نے صغیرہ سے درخواست کی کہ وہ ابھی انہیں اُسکے بارے میں کچھ نہ بتلائے سوائے اسکے کہ وہ انہیں پہلے سے جانتا ہے؛ وہ جب ان سے ملے گا تبھی انکے ساتھ مِل کر پرانی یادیں تازہ کرے گا؛ صغیرہ نے اس بات کو بخوشی مان لیا۔

اب صہیب کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اپنی رقم کا مطالبہ کسطرح کرے؛ وہ دیکھ رہا تھا کہ انکے گھر کے حالات اسکی ادائیگی کی اجازت نہیں دیتے اور پھر صغیرہ، اسکے چھوٹے بھائی اور اسکی والدہ کو اس نے نیک طبیعت پایا تھا؛ وہ دو مرتبہ صغیرہ کو اتفاقیہ طور پر دیکھ چکا تھا اور اسکی طرف مائل تھا لیکن اسکے خیال کو اپنے سے دور رکھنا چاہتا تھا کہ وہ اسکے دوست کی بیٹی اور اس سے قریبًا دس سال چھوٹی ہے؛ البتہ اس کوشش میں وہ کامیاب نہیں ہوا تھا۔ وہ اسقدر آسودہ حال تو تھا کہ ضروریات اسے بسہولت میسّر تھیں البتہ اسے گھر بسانے کی خواہش تھی لیکن اسکے تعلقات کی کمی یہاں آڑے آ جاتی تھی۔ اسے یکبارگی یہ خیال ضرور آیا کہ امیر احمد صاحب سے کہہ دے اسے اپنی رقم سے دلچسپی نہیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اسے اپنے گھر کے فرد کی حیثیت سے قبول کر لیں؛ وہ تو اسے بخوبی جانتے ہیں؛ لیکن یہ بات ایسی سادہ بھی نہیں تھی۔

بہرحال، اس نے حالات کا سامنا کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا اور یہ بھی طے کر لیا کہ اگر کوئی موقعہ مِل گیا تو نہایت احترام سے وہ اپنے دل کی بات کہہ دے گا۔ سو اس نے ایک صبح صغیرہ کو یہ اطلاع دی کہ وہ ان سے شام کو ملنا چاہتا ہے جس پر اس نے ان سے اجازت لے کر اسے پانچ بجے کا وقت دے دیا۔اس موقعے پر صہیب نے صغیرہ کے سامنے وہ سوال رکھ دیا جو اسے پریشان کر رہا تھا۔

صہیب۔ دیکھئے؛ برا نہ مانیئے گا لیکن میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؛ ممکن ہے اسے آپ اس ملاقات سے غیر متعلق قرار دیں لیکن میرے پاس اس استفسار کی مناسب وجہ موجود ہے۔ اگرآپ جواب دیں گی توعنایت، ورنہ میں آپکے انکار پر بھی آپ سے کوئی شکایت نہ کروں گا۔

صغیرہ۔ آپ اپنی بات عرض کریں تو میں دیکھتی ہوں کہ کیا رویّہ مناسب ہوگا۔

صہیب۔ عرض یہ ہے کہ جب آپ لوگ یہاں منتقل ہوئے تھے تو کیا آپکو عجیب لگا تھی کہ ابا کو اتنی رقم کیسے ملی کہ وہ کرائے کے مکان کو چھوڑ کر اس بہتر جگہ کو خرید سکے؟

صغیرہ۔ یہ آپ نے عجیب سوال کیا ہے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپکے پاس اسکا مناسب جواز ہے۔ خیر، میں یہ بتلا دیتی ہوں کہ یہاں آنے پر میں نے امی کو ابا سے یہی سوال کرتے سنا تھا؛ انکا جواب تھا کہ تم آم کھانے سے مطلب رکھو، پیڑوں کو گننے سے نہیں؛ آپکے اس غیرمتعلق سوال کا میرے پاس بھی یہی جواب ہے۔

صہیب۔ جی؛ بہتر۔ ویسے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی کے معاملات میں بے جا دخل دوں؛ بہرحال، مجھے آپکی اس بات سے بھی میرے اس سوال کا جواب بخوبی مل گیا ہے۔

(محمّد سلیم دادا)

------------------

صغیرہ کے والد امیراحمد صاحب طبیعتًا ایک اچھے انسان تھے البتہ اپنے گھر والوں کی ضروریات کی فراہمی کے سلسلے میں بہت زیادہ حسّاس تھے۔ انکے کردار کا یہی پہلو تھا جس نے انہیں اپنے دو دوستوں کی رقم انکی اجازت کے بغیر ہی اپنے پاس رکھ لینے کی طرف مائل کیا تھا۔ قریبًا دس سال پہلے انہیں اس مکان کے خریدنے کا موقعہ ملا تھا جو انہیں اصل قیمت سے ایک تہائی کم پر پیش کیا گیا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب انہیں صہیب سے اور اپنے دوسرے دوست سے کاروبار کیلئے اتنی رقم فراہم ہو گئی تھی کہ جو نہ صرف اسے خریدنے کیلئے بلکہ وہاں منتقل ہو کر دو ایک مہینے تک بغیر کسی آمدنی کے گھر کے اخراجات کو پورا کرنے کیلئے کافی تھی۔ اسی وقت میں انہوں نے کسی سخت بیماری کی بناء پر اپنی سروِس سے استعفا بھی دے دیا تھا اسلئے گھر والوں کیلئے بہت پریشان تھے؛ لیکن وہ نہ صرف بہتر ہوئے بلکہ جلدہی انہیں دوسری بہتر job مِل گئی تھی۔

انہوں نے اِسوقت سے کچھ عرصے پہلے صہیب کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انہیں اسکا کچھ پتہ نہ چل سکا تھا؛ گو کہ انہیں یہ بات عجیب لگی تھی کہ انکا paying guest انہیں کسی حوالے سے جانتا ہے لیکن اتنی بات سے اس کی پہچان کا اندازہ انہیں نہ ہو سکا۔ بہرحال، صہیب پورے پانچ بجے انکے ہاں پہنچ گیا اور انہیں اپنا منتظر پایا۔ وہ انہیں سلام پیش کرنے کے بعد قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امیر احمد۔ وعلیکم السلام؛ اچھا تو تم ہو جونیئر جو ہمارے ہاں پر آئے ہو؛ تم صحت کے اعتبار سے تو بہت بہتر معلوم ہو رہے ہو اور امید ہے طبیعت کے اعتبار سے بھی نہ بدلے ہوگے بلکہ بہتر ہی ہوئے ہوگے۔

اس ابتدائی گفتگو کے بعد دونوں آپس میں کچھ پرانی باتوں کی یاد تازہ کرتے رہے۔ صہیب کو ان سے شکایت تو تھی لیکن اسکے باوجود، یہ ساری گفتگو باہمی احترام کے ساتھ واقع ہوئی۔

امیر احمد صاحب نے اسکے لئے چائے وغیرہ کا ایک اچھا انتظام رکھا تھا جسکے دوران وہ کافی دیر خوشگوار ماحول میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر انہوں نے خود ہی اس موضوع کو لیا کہ جس کا صہیب انتظار کر رہا تھا۔

امیر احمد۔ دیکھو جونیئر؛ ابھی کچھ عرصے پہلے میں نے تمہارا پتہ کرنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ تمہیں اس تلاش کی وجہ کا اندازہ ضرور ہوگا؛ مجھے یہ اعتراف ہے کہ تمہاری ایک خطیر رقم کی ادائیگی میرے ذمے ہے جسے میں ان شاء اللہ ادا کروں گا۔

صہیب۔ میر صاحب؛ مجھے رقم کے جانے سے زیادہ اس بات کا دکھ پہنچا تھا کہ آپ نے اسوقت مجھے براہِ راست اسکی اطلاع نہیں پہنچائی تھی۔ آج مجھے اس رقم کی کوئی ایسی حاجت تو نہیں رہی ہے لیکن میں یہ بات کھل کر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں اسے معاف کرنے پر بھی تیار نہیں ہوں۔

امیر احمد۔ میں اس بات پر تمھیں کوئی الزام نہیں دیتا؛ یہ تمہارا حق ہے۔ لیکن اسے میرے ذمے قرضِ حسنہ کے طورپر مان لو؛ میں ان شاء اللہ تمھیں یہ رقم کسی طور ادا کر دوں گا ورنہ میرے بعد میرے وارثوں پر یہ واجب الادا رہے گی۔

صہیب (کچھ توقف سے اور جھجکتے ہوئے)۔ میں اس بات کا اس سے بہتر حل تجویز کر سکتا ہوں اگر آپ اسے قبول کریں۔ میرصاحب؛ رقم کی واپسی کے بجائے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان کوئی ایسی بات طے پا جائے جس کا فائدہ ہم دونوں ہی کو حاصل ہو سو پھر میں بہت خوش دلی سے اس رقم کو اور آپکے نامناسب رویئے کو معاف کر دوں گا۔

امیر احمد۔ ایسا کیا حل ہے کہ جس سے ہمارے درمیان یہ معاملہ بخوبی طے پا جائے؛ میں اسے ضرور جاننا چاہوں گا۔

اب صہیب یہ سوچتا رہا کہ اپنی بات کسطرح سے پیش کرے کہ امیر صاحب پر گراں نہ گزرے؛ پھر ہمّت کر کے بولا۔

صہیب۔ میر صاحب؛ بات ایسی ہے کہ میرے لئے میرا کوئی قریب کا فرد یہ بات کہتا تو زیادہ مناسب ہوتا لیکن اسوقت لوگوں میں تو آپ ہی میرے بہت قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو ایک اچھے گھر سے اور نیک طبیعت گھر والوں سے نوازا ہے جو دین کے تقاضوں کا لحاظ رکھنا جانتے ہیں۔ اگر آپ مجھے بھی اپنے گھر کے فرد کی حیثیت سے قبول کر لیں تو ان شاء اللہ ہمارے درمیان کسی قسم کی کوئی رنجش نہ رہے گی۔

صہیب کی اس بات پر امیر احمد صاحب چونک سے گئے اور انکے چہرے کے رنگ میں تغیر واقع ہو گیا لیکن اپنے آپکو سمبھالتے ہوئے انہوں نے اسے اپنی بات کو واضح کرنے کیلئے کہا۔

صہیب۔ میر صاحب؛ میں نے کوشش کی ہے کہ نہایت احترام سے اپنی بات کو سادہ انداز میں کہہ دوں۔ بات بس اتنی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی صاحبزادی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیں؛ میں ان شاء اللہ اسکا ہر ممکن خیال رکھوں گا۔

یہ سنتے ہی امیر احمد صاحب انتہائی غصے میں آ گئے؛ نہ صرف انکی جسمانی کپکپی بڑھ گئی بلکہ آواز میں بھی تیزی آ گئی۔

امیر احمد۔ جونیئر؛ تم نے اسطرح کی بات کرنے کی جرأت بھی کیسے کی؛ کیا تمہاری حیثیت ایسی ہے کہ تم میرے سے یہ بات کر سکو؛ نہ کوئی آگے نہ پیچھے؛ اور تمہیں اس بات میں اپنی عمر کا خیال بھی نہیں رہا ہے۔ پھر جسطرح کی حالت سے تم اٹھ کر آج یہاں تک پہنچے ہو، اسے بھی میں جانتا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ تم فوری یہاں سے چلے جاؤ اور دوبارہ آنے کی زحمت نہ کرو؛ تمہاری جو رقم میرے ذمے ہے، میں ان شاء اللہ اسے جلد ادا کر دوں گا۔

صہیب کو اندازہ نہ تھا کہ بات قابو سے اسقدر باہر ہو جائے گی؛ اس نے اپنے دفاع میں کچھ کہنے کی کوشش تو کی لیکن امیر احمد صاحب کے تیور دیکھ کر چُپ ہو گیا اور خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے باہر نکل گیا۔

صہیب اور امیر احمد صاحب کی اس گفتگو کو گھر کے دوسرے افراد نے بھی سن لیا تھا گو کہ یہ انہی دونوں کے درمیان واقع ہوئی تھی؛ بہرحال انہیں معاملات کا ایک واضح اندازہ حاصل ہو چکا تھا۔ اسکے جانے کے بعد صغیرہ اس صورتِ حال سے سب سے زیادہ پریشان ہوئی کیونکہ اسکی انصاف پسندی اسے بتلا رہی تھی کہ صہیب نے کوئی نامناسب بات نہیں کی ہے بلکہ اس نے یہ جو کچھ کہا ہے وہ بہرصورت اخلاقیات کے دائرے سے باہر نہ تھا؛ ابا بہتر انداز سے بھی معذرت کر سکتے تھے اور پھر آپس کے تعلقات میں کوئی دراڑ نہ آتی۔ ابھی اسکو گئے کوئی زیادہ وقت نہ گزرا تھا جب انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اسے ایک مہینے کا نوٹس دے کر انکے ہاں سے بے دخل کر دیا جائے اور اس سلسلے میں اسکی کوئی بات نہ سنی جائے۔

(محمّد سلیم دادا)

------------------

صغیرہ نے اگلے دن ہی صہیب کو دروازے کی اوٹ سے زبانی یہ نوٹس دے دیا کہ وہ ایک مہینے میں اپنی رہائیش کیلئے کوئی دوسرا انتظام کر لے؛ صہیب جانتا تھا کہ اب صغیرہ اس سے انتہائی ضروری گفتگو کے علاوہ ہر مکالمے سے گریز کرے گی سو اس نے ہمت کر کے اس موقعے کا فائدہ اٹھایا اور اپنے اقدام کے بارے میں اسکی رائے جاننے کی کوشش کی۔

صہیب۔ صغیرہ بی بی؛ میں انتہائی ادب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں‌نے کوئی غلط بات کی تھی کہ جس پر آپکے والد صاحب نے میرے ساتھ اسقدر نامناسب رویہ اختیار کیا؟

صغیرہ۔ دیکھئے جناب؛ اس بات کو بخوبی جان لیجئے کہ اگرچہ میں سمجھتی ہوں انکا رویہ آپکے ساتھ تلخ تھا البتہ ذہن میں یہ خیال نہ لائیے گا کہ میں انکے کسی فیصلے کو چیلنج کروں گی۔

صہیب۔ لیکن اس گھر پہ کچھ حق تو میرا بھی ہے اور اس لحاظ سے آپکا نوٹس دینا میرے ساتھ مزید زیادتی ہے۔

صغیرہ۔ آپکا حق اس رقم پر ہے کہ جو قرضِ حسنہ کے طور پر ابا کے ذمے ہے؛ میں نے آپکو نوٹس دے کر اپنا فرض ادا کیا ہے گو کہ مجھے اسکا افسوس ضرور ہے۔

صہیب۔ مجھے بھی افسوس ہے کہ آپ دین کو سمجھنے کے باوجود رشتے کے تعصّب کو لے کر ایک ظالمانہ فیصلے کا ساتھ دے رہی ہیں؛ میں نے تو ایک رستہ نباہ کا تجویز کیا تھا جسے ٹھکرا دیا گیا۔ بہرحال، میں اس نوٹس پر عمل نہ کر پاؤں گا البتہ کرائے کی رقم ان شاء اللہ باقاعدگی سے آپکو پہنچاؤں گا۔

صغیرہ اسکی یہ بات سن کر خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی؛ یہ واضح طور پر ایک مشکل صورتِ حال تھی کیونکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ ان حالات میں اسکے خلاف کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کرنا تو انتہائی دشواری کا باعث ہو جاتا۔ صہیب بھی اسکے جانے کے بعد شش و پنج میں مبتلا رہا کہ کہیں اس نے کچھ غلط تو نہیں کیا؛ صغیرہ کو اس نے لازمًا پریشان کر دیا تھا۔

اگلے کچھ دنوں میں صہیب اور صغیرہ دونوں ہی سخت پریشان رہے اور خاص طور پر صغیرہ کیلیئے یہ وقت پریشان کن رہا کیونکہ اسے یک گونہ احساسِ جرم بھی ہو رہا تھا کہ صہیب کے ساتھ انکی طرف سے زیادتی ضرور ہوئی ہے۔ صہیب کو ان دنوں یہی خیال ستاتا رہا کہ اس نے کمرے کا قبضہ نہ چھوڑنے کی بات کر کے برا کیا ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اب وہ اس گھرانے میں قابلِ قبول نہیں ہے جبکہ اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ صغیرہ نے خود اسے فون کر کے درخواست کی کہ اس معاملے کو خوش اسلوبی سے حل کرے اور اسے ہوا نہ دے؛ وہ اسے درست سمجھتی ہے لیکن اسکا بڑھ جانا اسکے لئے بہت پریشانی کا باعث ہوگا؛ آخر وہ اور اسکے گھر والے اسکے خلاف کوئی اقدام کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ سو بالآخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ بغیر کسی کو مزید آزمائے وہ اب اس کمرے کو اور اسکے ساتھ اپنی رقم کو بھی، چُپ چاپ چھوڑ دے گا۔

آخر اسکے قریب کے لوگوں نے بھی اسکا کب خیال کیا تھا جو اب وہ یہاں سے توجہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ پھر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ لوگوں میں آپس کی محبت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی واقع کر سکتا ہے اور یہ بھی کہ کسی مرد کی کسی غیر لڑکی سے کوئی دوستی واقع نہیں ہوتی کہ وہ صغیرہ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے سو اب معاملے کو آگے بڑھانا قطعی طور پر نامناسب بات تھی۔ اسکی یہ خواہش ہرگز نہ تھی کہ صغیرہ اسکی وجہ سے کسی پریشانی میں، خاص طور پر کسی احساسِ جرم میں مبتلا ہو۔ اس نے صغیرہ کو اپنے اس فیصلے کے اگلے دن ہی اطلاع دے دی کہ وہ اس مہینے کے اختتام تک کمرہ خالی کر دے گا جس سے صغیرہ نے ابا کو آگاہ کر دیا۔ امیر احمد صاحب کو اس تمام واقعے پر غور کرنے کا جو موقعہ ملا تھا، اس نے ان پر یہ واضح کر دیا تھا کہ انہوں نے صہیب کے ساتھ غیر ضروری تلخی سے کام لیا ہے۔

انہوں نے اس بات کو بھی محسوس کیا تھا کہ صغیرہ بہت ڈسٹرب ہے جبکہ وہ صہیب کے کردار کی اس بھلائی کو بھی دیکھ چکے تھے کہ اس نے یہ کہہ دینے کے بعد کہ وہ اس جگہ کو چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، اپنی ضد کو ترک کر دیا تھا جسکی وجہ بظاہر صغیرہ کا لحاظ تھا کہ وہ پریشان نہ ہو۔ پھر اسی دوران یہ بھی ہوا کہ باتوں باتوں میں کسی بات پر صغیرہ نے ان سے یہ کہہ دیا کہ اپنی غلطی کو مان لینے سے کوئی کمتر نہیں ہو جاتا بلکہ یہ اسکی بھلائی ہے؛ اختیار ہو تو اس سے کمزور کو نفع پہنچانا چاہیئے نہ کہ اسکے زعم میں کسی پر اپنی بڑائی کو ثابت کیا جائے۔ وہ عمومًا انکو کسی معاملے میں ہدایت نہیں کیا کرتی تھی سو اسکی اس بات نے انہیں اس سارے معاملے پر مزید غور کرنے کی طرف مائل کر دیا جبکہ ایک احساسِ جرم تو انہیں پہلے ہی تھا۔ اپنے رویئے کی غلطی کو سمجھتے ہوئے انہوں نے صغیرہ سے ایک صبح براہِ راست بات کی۔

امیر احمد۔ صغیرہ؛ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم میرے فیصلے پر راضی ہو یا اس ضمن میں تمھیں کوئی reservation ہے؟

صغیرہ۔ یہ سوال میرے ے پہلے بھی ہو چکا ہے اور میں نے یہی کہا تھا کہ میں آپکے فیصلے کو چیلنج نہیں کروں گی البتہ بہتر ہوتا کہ آپ ان سے نرم انداز سے معذرت کرتے۔

امیر احمد۔ اور اگر میرا فیصلہ اسکے برعکس ہوتا؟

صغیرہ انکے اس سوال پر خاموش رہی تو انہوں نے کہا کہ وہ واضح جواب چاہتے ہیں۔ تب صغیرہ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا کہ اسے انکا فیصلہ تب بھی قبول ہوتا؛ یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اب امیر صاحب کو اندازہ ہوا کہ اگر انکا فیصلہ صہیب کے حق میں ہوتا تو یہ لازمًا بہتر ہوتا؛ وہ بہرحال اچھا فرد ہے جبکہ عمر کا فرق اس رشتے کیلیئے مانع نہیں ہے۔ انہوں نے اسی شام صہیب کو اپنے ہاں آنے کا پیغام پہنچا دیا۔

جب ارادہ نیک ہو اور کوئی فریق بھی معاملے کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے تو اسے سمبھالنا مشکل نہیں ہوتا؛ اللہ تعالیٰ اسمیں مدد فرماتا ہے۔ یہاں ایسا ہی ہوا کہ سب ایک اچھے انداز ہی میں طے پاتا چلاگیا۔ صہیب انکی دعوت پر شام ٹھیک وقت پر انکے ہاں پہنچ گیا اور سلام دعا کے بعد وہاں ساری گفتگو ایک خوشگوار ماحول میں واقع ہوئی۔

امیر احمد۔ جونیئر؛ پہلے تو میں تم سے اس بات کی معذرت چاہتا ہوں کہ میرا رویہ تمہارے ساتھ نامناسب حد تک تلخ ہو گیا تھا اور مزید یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تمہاری درخواست ہنوز برقرار ہے تو میں ۔۔۔۔۔

صہیب (اپنی مسرّت پر قابو رکھتے ہوئے)۔ بالکل برقرار ہے میر صاحب؛ میں اس بات کی قبولیت پر آپکا بہت ممنون ہوں گا۔

امیر صاحب۔ ٹھیک؛ میں تمہاری درخواست کو قبول کرتا ہوں؛ یہ بھی سمجھ لو کہ تمہاری رقم بھی میں لازمًا ادا کروں گا۔

صہیب کیلئے یہ وقت بہت مبارک تھا کہ اب کہیں جا کر اسے کوئی ایسا گھرانہ ملا تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا تھا۔ اس نے جلد ہی اپنے آپکو واقعی اس گھرانے کا فرد ثابت کیا اور وہاں کے سارے معاملات کو بخوبی سمبھال لیا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ صغیرہ صہیب کی شادی کے چند دنوں ہی میں امیر صاحب کی حالت میں خاطر خواہ افاقہ ہوا اور وہ بہت بہتر ہو گئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس گھرانے پر رحمت ہوئی اور اسے بہت خوشحالی نصیب ہوئی۔ انسان اللہ تعالیٰ پر توکّل کر کے نیک نیتی سے اپنے معاملات کو لے کر چلے تو وہ اس کے عمل میں برکت ضرور عطا کرتا ہے؛ اسکی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

www.saleemdada.com

02:35 pm ----- 3 November 2023

(محمّد سلیم دادا)

------------------